اسرار احمد کسانہ

یاسر عرفات کا حشر یاد رکھیں

جنرل مشرف کی ۱۲ / جنوری کی تقریر کا جہاں داخلی طور پر مختلف مکاتب فکر کے لوگوں نے خیر مقدم کیا ہے وہاں بین الاقوامی سطح پر بھی اسے خاصی پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ پاکستان میں ان لوگوں نے خاص طور پر بغلیں بجائی ہیں۔ جو مذہب بیزار اور مغرب زدہ طبقات ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو مادر پدر آزادی کے خواب ہمیشہ سے دیکھتے آئے ہیں اور پاکستان پر مغربی نظریات کی حکمرانی کیلئے کوشاں ہیں۔ مغرب کے یہ دیوانے کبھی سرخ سویرے کے خواب دیکھا کرتے تھے مگر افغانستان میں کمیونزم کی درگت بننے کے بعد اسی واشنگٹن کو اپنا قبلہ بنانے پر مجبور ہوگئے جس کے خلاف وہ ہمیشہ جدو جہد کا دعویٰ کرتے تھے۔ متعدد دانشوروں، سیاسی رہنماؤں، قلم کاروں نے بھی اس تقریر کے مضمرات اور مستقبل پر پڑنے والے اثرات کا باریک بینی سے جائزہ لئے بغیر دہشت گردی کی بینڈ ویگن پر فوری چڑھتے ہوئے خیر مقدم کیا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر بھی بشمول امریکہ، برطانیہ اور دیگر تمام قابل ذکر ممالک اور ان کے سربراہان کی طرف سے اسے سراہا گیا۔ انٹرنیشنل میڈیا نے اسے اپنی زبردست حمایت سے نوازا ہے۔ جس میڈیا میں کبھی پاکستان کا نام منفی تاثر دیئے بغیر استعمال نہیں ہوتا تھا، اس نے اس تقریر کو تاریخی قرار دیا ہے۔ کثیر الاشاعت امریکی اخبار ''نیویارک ٹائمز'' اپنے اداریے "REDEFINING PAKISTAN" میں اظہار خیال کرتے ہوئے جنرل مشرف کی اس تقریر کو "MOMENTOUS DEVELOPMENT" سے تعبیر کرتا ہے۔ ''واشنگٹن پوسٹ'' اس تقریر کو "RE:MAR KABLE" کے الفاظ سے نوازتا ہے۔ سی این این، اے بی سی، این بی سی، سی بی ایس اور برطانوی نشریاتی ادارے بی بی سی سمیت تمام برطانوی اخبار اس تقریر کی حمایت میں آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ جس قدم پر وہ تمام ممالک اور شخصیات جو اسلام کا نام سننا برداشت نہیں کرتے محو تحسین ہیں وہ کس طرح پاکستان کے مفاد میں ہوسکتا ہے۔ ''مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی'' جیسی اصطلاحات کا سہارا لیتے ہوئے امریکہ نے دنیا بھر میں اسلام کے خلاف جس مہم کا آغاز کیا ہے۔ پاکستان اس کے دباؤ میں آکر بلا سوچے سمجھے اپنی ترجیحات اور مفادات کی قربانی دیتے ہوئے اس میں نہ صرف شامل ہوگیا ہے بلکہ دن بدن اس دلدل میں پھنستا جا رہا ہے۔ بھارت کے مقابلے میں پاکستان پر امریکی دباؤ اس قدر زیادہ ہے کہ ہر معاملے میں ڈکٹیشن دی جا رہی ہے۔ حتیٰ کہ جس تقریر کے بارے میں یہ کہا گیا کہ وہ خالصتاً ملکی مفاد میں کی جا رہی ہے اور اس سلسلہ میں کوئی بیرونی دباؤ کارفرما نہیں ہے۔ دراصل امریکی دباؤ اور ڈکٹیشن کا ہی نتیجہ تھی۔ ملاحظہ ہوں تقریر سے پہلے امریکی محکمہ خارجہ کے ترجمان رچرڈ باؤچر کے معنی خیز الفاظ:

"THE SECRETARY (COLIN POWELL)HAS BEEN TALKING TO HIM

(MUSHARRAF) ABOUT THE STEPS HE INTENDS TO TAKE ......SO,YES, WE HAVE SOME IDEA ABOUT WHAT HE INTENDS TO DO AND WHAT HE INTENDS TO SAY"

امریکی دباؤ کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ ہم نے افغانستان پر کمپرومائز کرنے کے بعد کشمیر کے معاملے میں بھی سمجھوتہ کرلیا۔ پاکستان کی پالیسی رہی ہے کہ وہ کشمیر میں لڑنے والوں کو ''فریڈم فائٹرز'' کی اصطلاح سے پکارتا ہے مگر امریکی دباؤ میں نہ صرف انہیں دہشت گردی کے ساتھ نتھی کر دیا گیا اور انہیں ''فریڈم فائٹر'' کی اصطلاح سے محروم کر دیا گیا بلکہ یہاں تک کہہ دیا گیا کہ ''کسی تنظیم کو کشمیر میں دہشت گردی کی اجازت نہیں دی جائے گی اور ایسا کرنے والوں کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے گا''۔ اتنا کچھ کہہ لینے کے بعد ''کشمیر ہماری رگوں میں دوڑتا ہے'' جیسے الفاظ بھی اپنے معنی کھو بیٹھتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امریکی دباؤ میں آ کر جنہیں ہم آج دہشت گرد قرار دے رہے ہیں، پابند سلاسل کر رہے اور نوید سنا رہے ہیں کہ ان کے مقدمات خصوصی عدالتوں میں پیش کیے جائیں گے، وہ آئے کہاں سے تھے۔ انہیں کس کی تائید حاصل تھی۔ کل تک انہیں کون جہادی قرار دے کر خصوصی شفقت کا مستحق قرار دیتا تھا، کون ان معصوموں کی زندگیوں کو خطرے میں ڈالنے والی پالیسیاں ترتیب دیتا تھا۔ کارگل کا واقعہ ابھی کل ہی کی بات ہے۔ وہ کس کی ''کارستانی'' تھی۔ کس کی بنیاد پر اتنی بڑی مہم کا اہتمام کیا گیا تھا۔ کس نے اس مہم کے دوران سابق وزیر اعظم کے خلاف صرف اس وجہ سے کارروائی کرتے ہوئے انہیں حکومت سے نکال باہر کیا کہ وہ امریکی دباؤ میں آ گئے۔ اگر نواز شریف غلط تھے تو آج وہی اقدامات صحیح کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کی تفصیلات میں جانا شاید مناسب نہ ہو کہ ان کے جوابات میں بہت سے پردہ نشینو ں کے نام بھی آتے ہیں۔

جہاں تک ''مذہبی انتہا پسندی'' کا تعلق ہے جسے میں ''مذہبی عطائیت'' کا نام بھی دیتا ہوں ہر ذی شعور اس کے خلاف ہے۔ اس کے بڑھنے اور بڑھانے میں بھی مذہبی عطائیوں سے زیادہ ''پردہ نشینوں'' کا کردار ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے خلاف شدید ایکشن لینے کی ضرورت ہے اور خود حکومت کو ایسے عطائیوں سے بچنے کی ضرورت ہے۔ پریس ریلیز مولویوں بلکہ گجرات کی زبان میں ''ڈنگ ٹپاؤ'' مولویوں نے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ (ایک ایسے ہی پریس ریلیز ''عالم دین'' اسی حکومت میں پنجاب کے گورنر کے مشیر رہے ہیں) ایکشن لینا ہے تو اس سے پہلے نقل اور اصل میں فرق کرنا ہوگا ۔ حجروں اور مناروں کا حساب کتاب دیکھئے کہ جہاں ہزاروں خواتین اپنی عزت لٹوا آتی ہیں۔ ان پیروں کو بھی ''انڈر آبزرویشن'' رکھئے جو علامہ اقبالؒ کے بقول ''مرید سادہ'' پر خصوصی ''توجہ'' دیتے ہوئے ان کی زندگیاں تباہ کر دیتے ہیں۔ جو بیرونی ممالک میں آتے ہیں تو اسلام کے نام پر لاکھوں ڈالر کا چندہ اکٹھا کر کے لے جاتے ہیں۔ آپ کو خود بخود بیر واور اونچی شان کا جواب مل جائے گا۔ لیکن اس مہم میں صحیح دین پر عمل کرنے والے اور اس کی تبلیغ کرنے والے لوگوں کو اگر نشانہ بنایا گیا تو یہ ایک

سخت اور مہلک غلطی ہوگی کہ پاکستان کے عوام کا خمیر اسلام اور اس سے ان کی محبت سے اٹھا ہے۔کوئی شخص وہ خواہ کتنا ہی مضبو ہوانہیں اس سے محروم نہیں کر سکتا۔ مجھے اس نعرہ سے بھی سخت اختلاف ہے کہ ''سب سے پہلے پاکستان''۔ پاکستان میں سے اگر اسلام نکال دیں تو باقی صرف ہندوستان بچ جاتا ہے۔ پاکستان کی بنیاد اسلام ہے اور جس چیز کی بنیاد گرانے کی کوشش کی جائے وہ زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتی۔ اسلام کے ساتھ پاکستان کا رشتہ وہی ہے جو مچھلی کا پانی سے۔ جس طرح مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، اسی طرح پاکستان بھی اسلام کے بغیر کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ سیکولرازم کا دم بھرنے والے پاکستان میں اس کا حشر جلد ہی دیکھ لیں گے۔ ترکی اور پاکستان میں بہت فرق ہے۔ اس وقت یہی سازش ہو رہی ہے کہ پاکستان کی تقسیم ان دو بنیادوں پر کر کے خانہ جنگی اور داخلی محاذ آرائی کی صورت پیدا کی جا سکے۔

''نیو یارک ٹائمز'' نے جنرل مشرف کو ایک مشورہ دیا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں طاقت کا استعمال کرنے سے گریز کریں۔ وہ لکھتا ہے:

"SUCH A SHIFT CAN NOT BE CARRIED OUT BY FORCE ALONE."

جنرل صاحب آج کل قائداعظم اور علامہ اقبال سے خاصا استفادہ کر رہے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ قائداعظم کی وہ تقاریر بھی پڑھ لیتے کہ جن میں انہوں نے پانچ سو بار سے زائد دفعہ کہا ہے کہ ''پاکستان کی بنیاد اسلام ہوگا اور وہی اس کے قوانین کا منبع و مرجع ہوگا''۔ جنرل صاحب نے علامہ اقبال کے جس شعر کے ساتھ اپنی تقریر کا اختتام کیا وہی شعر ان کی تقریر کی نفی کر رہا تھا۔ ملت کا نظریہ مسلمانوں کی تنہائی میں مضمر نہیں ہے اور جنرل صاحب ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگا کر اپنی ملت اسلامیہ سے علیحدگی کا اعلان کر رہے ہیں۔ شاید اسی لئے علامہ نے کہا تھا:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ

اور چونکہ جنرل صاحب علامہ اقبالؒ سے خاصے متاثر ہیں تو ان کے اس سوال کا جواب بھی علامہ اقبالؒ نے ہی دیا ہے کہ سیاست کو مذہب سے علیحدہ رکھا جائے گا۔ علامہ فرماتے ہیں:

''جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی''

امریکہ کے دباؤ میں آ کر...... سب کچھ بھولنے والوں کو یاسر عرفات کی مثال سامنے رکھنی چاہیے کہ جنہوں نے امریکہ اور اسرائیل کو خوش کرنے کیلئے اپنے ہی لوگوں کو قتل کرنے سے بھی اجتناب نہیں کیا مگر مطالبات کی فہرست ہے کہ ختم یا کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی جاتی ہے اور آج نوبت بہ ایں جارسید کہ وہ ایک کمرے تک محدود کر دیئے گئے ہیں۔

(بشکریہ: روزنامہ ''نوائے وقت'' ۱۹ جنوری ۲۰۰۲ء)